دینی مدارس کا معاملہ، علماء سے مشاورت کے بعد فیصلہ کریں

اداریہ روزنامہ جنگ پیر 15 جمادی الاولیٰ 1430ھ 11 مئی 2009

صدر آصف علی زرداری نے اعلان کیا ہے کہ دینی مدارس سے متعلق اصلاحات کے تحت حکومت تمام مدارس کا کنٹرول سنبھالے گی اور طلبہ کو انتہا پسندوں سے علیحدہ کر کے انہیں دینی تعلیم کے ساتھ ساتھ جدید تعلیم سے بھی بہرہ مند کیا جائے گا۔ پاکستان پیپلز پارٹی کی حکومت نے مدرسہ سسٹم میں اصلاحات لانے کا عزم کر رکھا ہے جس کے تحت نصاب کو جدید بنایا جائے گا اور انہیں حکومتی نظام میں شامل کر لیا جائے گا۔ انہوں نے ان خیالات کا اظہار واشنگٹن میں پاکستانی کمیونٹی سے خطاب کرتے ہوئے کیا اور کہا کہ چونکہ پاکستان کو درپیش چیلنجز سے کوئی بھی اکیلے نہیں نمٹ سکتا لہٰذا اس مقصد کے لئے ہم نے تمام سیاسی جماعتوں کا تعاون حاصل کیا ہے تا کہ شدت پسندی کا مکمل طور پر خاتمہ کیا جا سکے۔ بعض سیاسی حلقوں کا تاثر یہ ہے کہ دورۂ واشنگٹن کے دوران صدر آصف علی زرداری کے بعض بیانات خاص طور پر تمام دینی مدارس کو اصلاحات کے تحت حکومتی کنٹرول میں لینے کا اعلان براہ راست امریکی دباؤ کا نتیجہ ہے، کیونکہ امریکی تھنک ٹینکس، مغربی ذرائع ابلاغ اور بعض دانشوروں کی طرف سے ان مدارس کے متعلق بلا جواز طرح طرح کے خدشات اور تحفظات کا اظہار معمول بن کر رہ گیا ہے۔ سابق صدر پرویز مشرف کے دور میں بھی حکومت کی طرف سے دینی مدارس کو کنٹرول میں لینے کا خیال سامنے آیا تھا اور ان مدارس کو رجسٹریشن کرنے کی ہدایات بھی جاری کی گئی تھیں۔ حکومت اور وفاق المدارس کے عہدیداروں کے درمیان مذاکرات بھی ہوئے اور وفاق المدارس کی طرف سے کھل کر حکومتی اقدام کی نہ صرف مخالفت کی گئی بلکہ اس کے خلاف مزاحمت کا عندیہ بھی دیا گیا یہاں تک کہ مدارس کی رجسٹریشن میں بھی کوئی بڑی پیش رفت نہ ہو سکی۔ وفاق المدارس کے عہدیداران اور مدارس کے منتظمین کا کہنا تھا کہ وہ دینی تعلیم کے ساتھ ساتھ جدید علوم کی تدریس اور کمپیوٹر کی تعلیم بھی نصاب تعلیم میں شامل کر چکے ہیں۔ وسائل کی فراہمی کیساتھ ساتھ اسے مزید آگے بڑھایا جائے گا۔ جہاں تک دینی مدارس کی تعلیمی خدمات کا تعلق ہے وہ ایک مسلمہ حقیقت کا درجہ رکھتا ہے۔ برصغیر میں ایسٹ انڈیا کمپنی کی حکومت کے خاتمے اور برطانوی حکومت کے قیام کے بعد 35 ہزار سے زائد دینی مدارس کی وقف املاک کو برطانوی حکومت نے سرکاری تحویل میں لے کر ان کی مالی وسائل اور خود کفالت پر ایک کاری ضرب لگائی ورنہ اس سے پہلے یہ مدارس ان وقف املاک سے حاصل ہونے والی آمدن سے اپنے اخراجات کی کفالت کرتے تھے، لیکن اس کے بعد ان مدارس کو معاشرے کے صاحب ثروت اور مخیر افراد کا تعاون حاصل کرنا پڑا۔ امر واقع یہ ہے کہ ہزاروں نہیں لاکھوں غریب اور بے سہارا طلبا و طالبات آج ان دینی مدارس میں دینی تعلیم کے علاوہ وہ مروجہ اور کمپیوٹر کی تعلیم بھی حاصل کر رہے ہیں

اوراب ان مدارس سے فارغ التحصیل طلبہ کو صرف تلاش روزگار کے لئے مساجد کی امامت کے لئے ہی تگ ودو نہیں کرنا پڑتی بلکہ وہ زندگی کے دوسرے شعبوں میں بھی خدمات انجام دینے میں مصروف ہیں۔ پاکستانی مدارس میں دوسرے ممالک کے طلبہ کی اچھی خاصی تعداد بھی زیر تعلیم ہے اور رہائش وخوراک اور نصابی کتب کے علاوہ ان کے تمام اخراجات ان مدارس کے منتظمین برداشت کرتے ہیں البتہ معاشرے کے مخیر اور صاحب ثروت افراد بھی دینی فریضہ سمجھ کران سے تعاون کرتے ہیں۔ یہ مدارس حکومتی خزانے پر قطعاً بوجھ نہیں ہیں۔

اس پس منظر میں ضرورت اس امر کی ہے کہ حکومت عجلت میں یکطرفہ اقدام یا کاروائی کی بجائے وفاق المدارس کے عہدیداران اور مدارس کے منتظمین کے ساتھ وسیع تر مشاورت کا اہتمام کرے اور اپنے اس کردار سے انہیں یقین دلائے کہ یہ اقدام کسی بیرونی دباؤ کا نتیجہ نہیں۔ جہاں تک مدارس کی رجسٹریشن کا تعلق ہے اسے بھی باہمی مشاورت سے طے کیا جاسکتا ہے۔ اس حوالے سے حکومتی حلقوں کی طرف سے ماضی میں جن خدشات وخطرات کا اظہار کیا جاتا رہا وہ بھی بے نتیجہ ثابت ہوئے۔ ان مدارس کا ایک اپنا تاریخی پس منظر ہے۔ برطانوی استعمار نے جب مسلمانوں پر تعلیم کے دروازے بند کئے تو یہ دینی مدارس ہی تھے جنہوں نے علم کی شمع کو روشن رکھا اور تعلیم کو فروغ دینے میں بڑا اہم کردار ادا کیا۔ آج بھی وہ لاکھوں طلبہ جو غریب وافلاس اور پسماندگی کی وجہ سے تعلیمی اخراجات برداشت کرنے کے متحمل نہیں ہوسکتے ان مدارس کی بدولت دینی اور مروجہ علوم کی تعلیم حاصل کرنے میں مصروف ہیں اس طرح یہ مدارس جہالت اور ناخواندگی کا گراف کم کرنے اور خواندگی کے فروغ میں ایک تعمیری کردار ادا کر رہے ہیں۔ رہا جدید اور مروجہ علوم کی تدریس اور اصلاحات کی ترویج کا سوال تو ان مدارس نے عصری تقاضوں کے حوالے سے اس سے نہ کبھی انکار کیا ہے نہ اس کی مخالفت کی البتہ اس کے لئے جن مالی وسائل کی ضروت ہے ان کی فراہمی میں حکومت تعاون کرکے ان مدارس کو جدید اور ترقی یافتہ تعلیمی اداروں کی صف میں شامل کرسکتی ہے۔ اس لئے ضرورت اس امر کی ہے کہ تمام مکاتب فکر کے دینی مدارس کے ساتھ حکومت مشاورت کا عمل شروع کرے اور جو بھی اقدام کیا جائے اس میں کسی قسم کا بیرونی دباؤ شامل نہ ہو بلکہ یہ امر پوری طرح واضح ہوکر سامنے آنا چاہئے کہ اس اقدام کا مقصد دینی مدارس کے نصاب کو جدید اور عصری تقاضوں کے مطابق بناکر ان کے وقار اور تشخص میں اضافہ کرنا اور مغربی حلقوں اور تھنک ٹینکس کی طرف سے ان کے خلاف مضحکہ خیز اور بے بنیاد الزام تراشی کا ازالہ کرتے ہوئے ان کا مسکت اور مدلل جواب دینا ہے۔ مختلف مکاتب فکر سے تعلق رکھنے والے مدارس کے منتظمین سے مشاورت اور ان کی رضامندی سے لائی جانے والی تبدیلی ہی نتیجہ خیز ثابت ہوسکتی ہے، اس طرح مدارس کے منتظمین، ممتاز علمائے کرام، دانشور اور دینی حلقے بھی معروضی حالات اور عصری تقاضوں کا ادراک کرتے ہوئے مثبت اور تعمیری اقدامات اور تبدیلیوں کا نہ صرف خیر مقدم کریں گے بلکہ حکومت کے ساتھ بھرپور تعاون کو بھی یقینی بنانے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھیں گے۔ یوں بھی حکومت کا یہ تعلیمی اصلاحات کا پروگرام صرف دینی مدارس تک ہی محدود نہیں رہنا چاہئے بلکہ وسیع تر قومی اور ملکی مفادات کا تقاضا یہ ہے کہ پورے ملک کے لایا جائے جس سے مختلف مکاتب فکر کے درمیان فروعی اختلافات کو ختم کرنا ممکن ہوسکے۔ اس سے قومی اتحاد ویکجہتی کو اسلامی تعلیمات کی بنیاد پر فروغ دینا ممکن ہوسکے گا۔ خدانخواستہ اگر حکومت نے اپنی مرضی سے محض یکطرفہ اقدام کرتے ہوئے مدارس پر اپنا فیصلہ مسلط کرنے کی کوشش کی تو یہ دانشمندانہ اقدام نہیں ہوگا اس سے دینی حلقوں میں شدید غلط فہمیاں جنم لیں گی۔ قوم پہلے ہی سنگین مسائل اور چیلنجز سے نبرد آزما بدامنی اور لاقانونیت کی دلدل میں دھنستی جارہی ہے اس لئے اب حکومت کو کسی یکطرفہ اقدام کے نتیجے میں کوئی نیا محاذ کھولنے سے بہر طور اجتناب کرنا چاہئے۔

☆☆☆